درسِ حدیث

دعوات عبدیت حق

افادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ

بخاری شریف

اور

امام بخاریؒ

بخاری شریف کی آخری حدیث کی تشریح

مورخہ ... رجب کو مدرسہ عثمانیہ محلہ ورکشاپ راولپنڈی میں ختم بخاری شریف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے کرائی گئی۔ اس موقع پر حضرت شیخ الحدیث کے ارشادات قلمبند کئے گئے۔ اس تقریب میں راولپنڈی کے کافی علماء، ارباب مدارس اور معززین شہر بالخصوص جناب میر واعظ محمد یوسف شاہ صاحب سابق صدر آزاد کشمیر نے بھی شرکت کی اور حضرت مدظلہ کے گرانمایہ افادات سے سب محظوظ ہوئے۔

(قاری محمد امین ناظم مدرسہ عثمانیہ)

(خطبہ مسنونہ کے بعد) یہ کتاب جامع بخاری علم حدیث کی ہے۔ حدیث کہا جاتا ہے اُن اقوال و افعال کو جن کی نسبت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہو۔ حضور اقدسؐ کی زندگی کا ایک ایک حرف، ایک ایک حرکت اور ایک ایک کام محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دین کی حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ (ہم نے قرآن اور دین کو نازل کیا اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں۔) دنیا کے اندر دیگر کتنے مذاہب اور ان کے معتقدین اور جان نثار موجود ہیں۔ مگر نہ یہود نے اپنے انبیاء کے اقوال و افعال کو محفوظ کیا نہ عیسائیوں نے سوائے چند باتوں کے جو سند کے اعتبار سے مشتبہ اور ساقط ہیں۔ حضور کا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا کھانا پینا یہاں تک کہ قضائے حاجت کے آداب غرض زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو محفوظ نہ ہو۔ تقریباً گیارہ لاکھ احادیث مختلف سندات اور طرق روایات کے لحاظ سے کتابوں میں محفوظ ہیں۔ ہمیں اگر اتنی جامع زندگی کے بارہ میں علم نہ ہو تو یہ ہماری کوتاہ نظری ہے۔ جیسا خداوند کریم نے حضورؐ کی زندگی کو قیامت تک آنے والی

نسلوں کے لئے اسوۂ حسنہ بنانا تھا، تو ضروری اور منشاء حکمت ربانی کے عین مطابق تھا کہ غیب سے حضورؐ کی زندگی کی حفاظت کا ایسا ہی انتظام ہو جائے۔ اور خداوند تعالیٰ نے اس کا انتظام کر دیا۔ جن کتابوں میں حضورؐ کے اقوال و افعال کو جمع اور مرتب کیا گیا ہے۔ وہ کتب احادیث ہیں۔ اور اس علم کا نام فن حدیث ہے۔ اجماع امت ہے۔ کہ ان تمام کتابوں میں اہم اور کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب بخاری شریف ہے۔ قرآن کریم بھی خدا کی وحی ہے۔ اس کے الفاظ اللہ کی طرف سے ہیں۔ اس کے ترتیب دینے والے اور معانی بتلانے والے بھی وہی ہیں۔ اور حدیث رسول بھی وحی ہے۔ وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ۔ اس کا مضمون من اللہ اور الفاظ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں۔ دونوں کی خدا نے حفاظت کی تو حدیث کا جو ذخیرہ بحمداللہ مسلمانوں کے ہاتھ میں محفوظ ہے اس میں صحت کے لحاظ سے سب سے بڑا درجہ بخاری شریف کی روایات کا ہے۔ اس کتاب کی عظمت اور بلندی کا عجیب عالم ہے ایک عالم محمد بن احمد مروزیؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں دوران حج بیت اللہ کے رکن اور مقام کے درمیان مراقبہ میں تھا۔ آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھا کہ حضور اقدسؐ کے سامنے مؤدبانہ کھڑا ہوں۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ تو کب تک امام شافعیؒ کی کتاب پڑھاتا رہے گا۔ میری کتاب کیوں نہیں پڑھاتا۔ انہوں نے پوچھا حضورؐ آپ کی کتاب کونسی ہے۔؟ فرمایا۔ الجامع الصحیح الامام البخاری۔ یعنی امام بخاری کی بخاری شریف۔ کیونکہ حضورؐ کو خواب میں جس نے دیکھا وہ خواب درست ہے۔ کیونکہ نبوت کی حفاظت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حضورؐ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے حق دیکھا۔ اور قیامت کے دن انشاء اللہ اسے حضورؐ کی زیارت ہوگی۔ اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ تو شیطان کو یہ نہیں کہ خواب میں حضورؐ کی شکل اور پیرایہ اختیار کر سکے۔ تو اس خواب میں بخاری شریف کی نسبت حضورؐ نے اپنی طرف کر دی۔ اس سے بخاری شریف کی عظمت اور درجہ معلوم ہوتا ہے۔

ختم بخاری کی برکات

اس کتاب بخاری شریف کے ختم میں بے حد فوائد اور برکات ہیں۔ علماء نے اتفاق اور تجربہ سے لکھا ہے۔ کہ کوئی بڑی مشکل اور مصیبت پیش آئے اور مشکل حل کرنے کی نیت سے بخاری شریف کا ختم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس مشکل کو آسان فرما دیتے ہیں۔ طاعون کی وبا ہو قحط ہو اور کسی گھر میں بخاری شریف کا ختم ہو جائے تو اس گھر میں طاعون کی وباء داخل نہ ہوگی۔ بارش نہ ہو تو اسکی برکت سے اللہ تعالیٰ خشک سالی دور فرما دیتے ہیں۔ یہ حضورؐ کے اقوال ہیں۔ اور حضورؐ کی شان بھی تو وہ ہے جو آپ کے چچا حضرت ابوطالب نے بیان فرمائی ہے

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ ثمال الیتامیٰ عصمۃٌ للارامل

حضورؐ کی کمسنی کا زمانہ تھا آثار سعادت چہرہ انور سے نمایاں ہوتے تھے۔ بارش بند ہوئی۔ تو ابوطالب نے آپؐ کو دیوار کعبہ کے پاس کھڑا کر دیا۔ اور کہا کہ اے اللہ اس پاک معصوم اور نورانی چہرہ کی برکت سے بارش برسا، اُسی وقت بادل آئے اور بارش ہوئی۔ تو ابوطالب نے اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ شیخ جمال الدین بڑے عالم گذرے ہیں۔ وہ اپنے استاد اصیل الدین سے نقل کرتے ہیں۔ کہ میں نے اپنی زندگی میں ۱۲۰ مرتبہ مشکلات کے وقت ختم بخاری کو آزمایا۔ خدا تعالیٰ نے ہر مشکل آسان کر دی۔ آجکل تو منطق اور سائنس کا دور ہے۔ ہر بات کو بحث و اتفاق پر عمل کہا جانے گا۔ یہ ۱۲۰ مرتبہ تو بحث و اتفاق پر عمل نہیں کیا جا سکتا ــــ دیوبند میں ہم تھے۔ وہاں ختم بخاری شریف کی فرمائش لوگوں کی طرف سے ہوا کرتی تھی۔ کسی کو ایک سخت مقدمہ پیش آیا۔ قتل کا ناجائز الزام تھا۔ مقدمہ لنڈن کے پریوی کونسل میں پیش تھا۔ جس دن پیشی تھی اُن کی فرمائش پر دارالحدیث میں ختم بخاری شریف شروع ہوا۔ تقریب ختم کے اختتام ہی پر بذریعہ تار اطلاع آئی لنڈن سے کہ اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرما دی۔ یہ برکت ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ آپ لوگ خوش قسمت ہیں۔ جس محلہ میں دن رات تلاوت قرآن ہو۔ اور جہاں آج بخاری شریف کا ختم ہو رہا ہے اور اس وقت آپ اس تقریب میں شمولیت کے لئے گھروں سے آئے ہیں۔ تو اس وقت سب طلباء دین کے زمرے میں شامل ہیں۔ اور طالب العلم کے لئے فرشتے ادباً کھڑے ہوتے ہیں۔ اور حدیث میں آتا ہے کہ طالب دین کے لئے فرشتے اپنا پر بچھاتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا: من سلک طریقاً یطلب فیہ علماً سہل اللہ بہ طریقاً الی الجنۃ ۔ جو شخص علم حاصل کرنے کی راہ پر چل پڑا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کو جنت کا راستہ آسان کر دیں گے ــــ یہ ضروری نہیں کہ دیوبند کراچی لاہور اور اکوڑہ خٹک کا سفر کیا جائے بلکہ جس نے تھوڑا سا راستہ بھی حصول علم کے لئے طے کیا۔ چاہے کم کے لحاظ سے چاہے کیف کے لحاظ سے تحریر و تقریر سے یا امداد کے ذریعہ۔ تو اللہ تعالیٰ جنت کا راستہ اس کے لئے آسان کر دیں گے۔

اس کتاب کی مقبولیت اور برکت کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس کتاب کو جمع کرنے والے جن کو مصنف کہا جاتا ہے یعنی امام بخاری۔ ان کا علمی پایہ تو مسلّم ہے۔ مگر تقویٰ زہد ورع اور استغناء عن الخلق کے ساتھ احترام اور ادب کی عجیب کیفیت تھی۔ حافظہ بھی لاجواب تھا ــــ آج چھوٹے چھوٹے بچے جو مادری زبان کا تلفظ بھی نہ کر سکیں۔ مگر قرآن کریم کے تیس پارے ان کو ازبر ہو جاتے ہیں۔ یہ قرآن کا معجزہ ہے۔ اور جن کا سینہ پاک نہ ہو۔ ان کو یاد نہیں ہو سکتا۔ معتزلہ اور خوارج اور دیگر فرق

قرآن کریم یاد نہیں کر سکتے۔ عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاں کوئی انجیل یا بائیبل کا حافظ نہیں اور مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے بچے قرآن یاد کر لیتے ہیں۔ تو اگر ہم چاہیں یا نہ چاہیں خداوند کریم کو جو کام کرنا ہو حفاظت دین کا وہ پورا فرمائیں دن نکلتا ہے۔ رات آتی ہے۔ تو کوئی نہ بھی چاہے، مگر اللہ تعالیٰ اپنے نظام کو چلاتے ہی ہیں۔ تکوینیات کو دفع کریں یا چاہیں کچھ نہیں ہوتا۔ یہی حال دین اور شریعت کا ہے کوئی چاہے یا نہ چاہے۔ قرآن کریم محفوظ ہوتا چلا آرہا ہے۔ قرآن کریم کی جتنی زیادہ مخالفت ہوگی۔ جتنا تصادم ہوگا اتنا ہی دین و شریعت کے حق میں بہتر ثابت ہوگا۔ یہ دنیا اضداد سے قائم ہے۔ یہ پانی اور آگ متصادم ہیں۔ اسکو انجن میں جمع کر دیا گیا، بیچ میں پردہ حائل ہے۔ مگر تصادم سے کتنا بڑا فائدہ ظاہر ہوا۔ تو مخالفت سے دین زندہ ہوتا ہے۔ اور ترقی کرتا ہے۔

ہمارے ملک میں ہندو اور انگریز موجود تھے تو دینداری زیادہ تھی۔ اب اتنی نہیں۔ وجہ یہ کہ مسلمان اپنے مقابلہ میں سکھ ہندو اور انگریز کو دیکھ کر غیرت اور حمیت میں آکر دین کا کام کرتے اور باطل کا مقابلہ کرتے اور نئی ہمت اور توانائی پیدا ہوتی۔ اب تو سب کچھ پاک ہو گیا ہے ـــــ غرض دین کی مخالفت سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ اس سے دین کی تقویت اور شریعت کی حفاظت ہوگی۔ اگر مخالف سمت کی ہوائیں نہ چلتیں تو ہم سوئے رہتے۔ تو امام بخاری اور دیگر محدثین کو حفاظت حدیث کی غرض سے خداوند کریم نے عجیب وغریب حافظے عطا کئے۔ امام بخاری بچپن میں حدیث کے ایک درس میں شریک ہوئے۔ اس وقت علم حدیث کا ذوق وشوق بھی عجیب تھا۔ امراء، حکام اور عام لوگ اس کثرت سے حدیث کے حلقوں میں شرکت کرتے کہ استاد کی آواز پہنچنی مشکل ہو جاتی تو جگہ جگہ آواز پہنچانے کے لئے مستقل منادی مقرر کئے جاتے۔ جسطرح نماز کی بڑی جماعت میں مکبرین امام کی تکبیرات کو منتقل کرتے ہیں۔ بعض محدثین کی مجالس میں چالیس چالیس ہزار دواتیں گنی گئیں جن سے احادیث کی کتابت ہوتی۔ امام بخاری بھی ایسے ہی ایک درس میں شریک ہونے لگے۔ طلبہ مذاق کرنے لگے کہ یہ بچہ کیا کرتا ہے۔ لکھتا بھی نہیں۔ تو کیا ضرورت ہے۔ سولہ دن تک لوگوں نے چھیڑ چھاڑ کیا۔ بالآخر تنگ ہو کر امام بخاری نے فرمایا ان سولہ دنوں میں آپ ۱۵ ہزار حدیث سن چکے ہیں۔ اب اسے سنانے لگے۔ فرمایا پہلے دن یہ احادیث بیان ہوئی ہیں۔ اور سند کے ساتھ سنائیں۔ گویا ان دنوں ایک ہزار حدیث امام نے ایک ایک دن میں یاد کیں۔ اور یہ تھا بچپن کا زمانہ کہولت اور شیخوخت کا کیا حال ہوگا ـــ وہ یتیم تھے والد کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا تھا۔ ان کے والد اسماعیل بڑے عالم متقی تھے۔ کافی دولتمند تھے۔ مگر تقویٰ کی حالت یہ کہ وفات کے وقت فرمایا کہ محمد اللہ میرے اس

مال میں ایک جوتی بھی مشتبہ اور حرام کی نہیں۔ اور میں مطمئن ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس بارہ میں حساب نہیں لیں گے۔ اب یہ یتیم بچہ خدا نے دین کی خدمت کے لئے کھڑا کر دیا۔ پھر چھ لاکھ احادیث میں سے سولہ برس میں اس کتاب یعنی بخاری کا انتخاب کیا جسے اگر تمام احکام کا انسائیکلو پیڈیا کہا جائے تو بجا ہوگا۔ سیاست کا مسئلہ ہو یا تاریخ کا۔ غزوات ہوں یا سیر۔ تجارت ہو یا سیاست۔ عقائد ہوں یا تفسیر کے مسائل وہ آپ کو اس کتاب میں ملیں گی۔ معاملات، عبادات، تجارت، زراعت صلح و جنگ کے مسائل اس میں موجود ہیں۔ دنیا کی قومیں اس کی جامعیت کی قائل ہیں۔ امام بخاریؒ نے تقریباً ۷۲۷۵ احادیث کو اس میں جمع کر دیا۔ اگر اس میں سے مکررات نکالیں تو تقریباً ۴۰۰۰ اور تعلیقات ملائیں تو ۹۰۰۰ سے کچھ زائد احادیث اس میں موجود ہیں۔ پھر کتاب کو لکھا کس ادب و احترام سے اس کا افتتاح خانہ کعبہ میں خدا کے دربار میں باب کیف کان بدء الوحی سے فرمایا۔ پھر اس کے تراجم ابواب یعنی عنوانات مسجد نبوی کے روضۃ من ریاض الجنۃ میں روضۂ اطہر کے سامنے بیٹھ کر قلمبند فرمائے اور جب کسی حدیث یا ترجمہ لکھنے کا ارادہ کیا تو غسل کیا صاف کپڑے پہنے عطر لگایا پھر دو رکعت نفل پڑھے۔ اگر روضہ میں ہوتے تو حضورؐ کے سامنے مراقبہ ہو جاتے۔ جب اطمینان ہو جاتا تو اس کے بعد اس حدیث یا ترجمہ کو لکھا اس حساب سے گویا مصنف نے کتاب کی تصنیف کے لئے ۹ ہزار غسل کئے اور اٹھارہ ہزار رکعت نفل پڑھے۔ یہ خداوند تعالیٰ کے انعام و اکرام کا شکریہ تھا کہ خدا نے ایسے پاکیزہ کام کی ترتیب و تہذیب کی توفیق دی۔ پھر اس تقویٰ کے ساتھ امام کی عجیب حالت تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مسجد میں بیٹھے پڑھا رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک طالب علم نے اپنی داڑھی سے بال یا کوئی تنکا نکال کر پھینک دیا۔ امام خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔ اس کی توجہ ہٹ گئی تو امام نے آہستہ سے اسے اٹھا کر مسجد سے باہر پھینک دیا۔ ایک دن اپنی داڑھی کا کوئی بال گر گیا تو اسے ہاتھ میں دبائے رکھا۔ اور فراغت درس کے بعد اسے مسجد سے باہر پھینک دیا۔ یہ تھی ادب کی شان کہ خدا کے گھر کی اتنی حرمت دل میں رہتی۔ امامؒ کے والد نے کافی دولت چھوڑی۔ امامؒ نے خود تجارت نہ کی مضاربت پر چلاتے رہے۔ یہ لوگ دولت کماتے تھے۔ مگر دین اور علم کی آبرو رکھتے اور علم کی لاج رکھتے۔

ایک دفعہ امام کا مال ایک شخص نے ۲۵ ہزار روپے میں لیا۔ اور رقم دینے سے انکار کرتا رہا۔ لوگوں نے کہا کہ گورنر بخارا کو کہہ دیں جو آپ کا معتقد بھی ہے۔ وہ اگر حکم دیدے تو رقم وصول ہو جائے گی۔ امامؒ نے انکار کر کے کتنا حکیمانہ جواب دیا۔ کہ گورنر کا رقعہ لے کر رقم وصول کر دوں تو

جائز تو ہے۔ مگر حاکم بھی کل مجھ سے اس کے بدلے کوئی طمع کرے گا۔ اور اگر کوئی ایسی بات ہو جو خلافِ شرع ہو تو کیا میں اپنے دین کو دنیا کے بدلے فروخت کر دوں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

تجارت میں حقوق اللہ اور شریعت کی پاسداری کتنی تھی۔ ایک دفعہ ان کا مال تجارت آیا مغرب کا وقت تھا بعض لوگوں نے ۵ ہزار نفع میں خریدنا چاہا۔ انہوں نے جواب دیا کہ رات گذرنے دیجئے وہ لوگ چلے گئے۔ صبح ایک شخص نے اس مال کو دس ہزار منافع پہ خریدنا چاہا۔ امامؒ نے فرمایا نہیں بلکہ رات کو جن لوگوں نے بات کی تھی ان کو یہ مال دوں گا۔ کیونکہ اس وقت میں نے اقرار تو نہیں کیا۔ نہ لین دین کی بات کی مگر میرے دل نے یہ بات مان لی۔ اور میلان ہوا کہ ان کو دے دوں گا۔ اس وجہ سے دس ہزار کی بجائے ۵ ہزار پہ ہی دے دوں گا۔ یہ تھی معاملات میں ان کی خدا ترسی ——

ایک دفعہ بیمار ہوئے ڈاکٹر نے پیشاب ٹسٹ کیا اور بتایا کہ یہ تو کسی راہب کا پیشاب معلوم ہوتا ہے جس نے کبھی ترکاری نہ کھائی ہو۔ لوگوں نے امام سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ چالیس برس سے جو کی روٹی کھا رہے ہیں، ترکاری نہیں کھائی۔ ڈاکٹروں کے اصرار پر صرف شکر کے ساتھ اور ان میں سرف تین بادام کھانے پہ آمادہ ہوتے۔ امام بخاری نے خود تو جو کی روٹی کھائی مگر ان ہی ایام میں ۵ سو روپیہ بلاناغہ حدیث پڑھنے والے طلبہ کو دیا کرتے تھے کہ علم کے لئے رحلت کرنے والوں کا درجہ انہیں معلوم تھا۔ ابراہیم بن ادھم جو مشہور عارف اور ولی گذرے ہیں۔ بادشاہت کو ٹھکرا کر فقر کو اختیار کیا وہ فرماتے ہیں کہ یہ جو روئے زمین پہ بلائیں اور آفات نازل نہیں ہوتیں تو یہ برکت ہے طلبہ علم کی علم کے لئے رحلت کرنے والوں کی۔ ابتدا میں طلب علم کے لئے امامؒ نے جو طول طویل سفر کئے اس میں بیشمار تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ درختوں کے پتے کھا کھا کر حضورؐ کے جواہرات کو جمع کیا ——

جب امامؒ بخارا تشریف لائے تو نو میل تک لوگوں نے استقبال کیا۔ اور ان پہ سونا چاندی نثار کیا۔ مگر حسد بُری بلا ہے۔ امام غزالیؒ نے فرمایا کہ علماء پر شیطان نے جھنڈا گاڑا ہے حسد کا۔ اور تاجروں پہ جھوٹ کا۔ تو امامؒ کی اس شان و شوکت کو دیکھ کر بخارا کے بعض علماء اور حاکم ان سے حسد کرنے لگے کہ اب تمام ملک تو عملاً ان کا معتقد بن چکا ہے۔ پھر حکام پس پردہ جن طریقوں کو آزماتے ہیں۔ وہ عجیب ہوتے ہیں۔ حاسدین بھی خالد کے ساتھ مل گئے۔ اور کہا کہ یہ حدیث کی ایک بڑی کتاب کا مصنف ہے۔ حاکم کو سیاست اور جہانبانی کے اصول سیکھنے کے لئے بھی اس کا علم ضروری

ہے۔ اسطرح تاریخ اور مغازی کی بھی تمہیں خبر ہونی چاہیئے۔ تم انہیں حکم دو کہ بجائے مسجد میں پڑھانے کے یہاں آکر آپ کو اپنی کتاب پڑھائیے۔ لیکن یہاں علم کی عزت کا سوال تھا۔ ایک مقولہ ہے ——— نعم الامیر علی باب الفقیر ——— فقیر کے دروازے پر امیر بھلا لگتا ہے۔ سب لوگ کہتے ہیں کہ سبحان اللہ کتنا اچھا حاکم ہے۔ اور اگر مولوی امیر کے دروازوں پر حاضری دیتا رہے تو لوگ اسے ذلیل اور حقیر سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ سے علم اور دین کی بے قدری ہوئی بئس الفقیر علی باب الامیر تو امام بخاریؒ نے حاکم کو جواب دیا کہ اگر میں آپ کے ہاں آؤں گا آپ کہیں گے کہ ملکی کام میں لگا ہوں۔ فیصلے کرنے ہیں۔ مہمانوں سے ملاقات ہے باہر بیٹھ جاؤ۔ تو دین کی بھی بے حرمتی ہوگی اور میرے مشاغل کا بھی حرج ہوگا۔ پھر یہ کہ اسطرح حضورؐ کے علم کی تم بے ادبی کرو گے کہ خود اس کے لئے گھر سے باہر نہ جاسکو پھر اس نے کہا کہ اچھا میرے بچوں کو پڑھایا کرو۔ مگر غریبوں کے بچوں کے ساتھ نہیں بلکہ الگ وقت میں، مگر آپ نے فرمایا کہ اسلام کی نعمت غریب و امیر کے لئے عام ہے۔ امیر و غریب کا اس تعلیم و تبلیغ میں امتیاز نہیں۔ وما ارسلنٰک الا کافۃً للناس۔ میں شاہزادوں کی وجہ سے خدا کے دین سے کسی کو روک نہیں سکتا۔ امیر کو غصہ آیا اور بخارا سے شہر بدر وہاں سے نکلے اور "خرتنگ" نامی ایک قصبہ پہنچے جو سمرقند کے قریب ہے۔ وصال بحالت سفر اس جگہ ہوئی۔ امامؒ نے حاکم اور حاسدین کی شرارتوں سے تنگ آکر دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ یہ وسیع زمین مجھ پہ تنگ ہوچکی ہے۔ اگر تجھ کو منظور ہو تو مجھے اٹھائیے ——— ۲۵۶ھ عید الفطر کی رات کو ان کا انتقال ہوا ——— تدفین کے بعد قبر سے مشک و عنبر کی خوشبو آنے لگی حضور اقدسؐ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ اس کے محبوب کے ساتھ جتنا تعلق ہو وہ بھی اتنا ہی محبوب ہوگا۔ اگر کوئی عمر بھر محبوب کا کلام پڑھے گا تو اُسے کتنی خوشی ہوگی اگر محبوب کے طور طریقے اور سنت کوئی اختیار کرے تو خدا اسے بھی محبوب بنا لیتے ہیں امامؒ کی قبر سے جو خوشبو آنے لگی وہ دنیا کے مشک و عنبر کی نہیں بلکہ عالم برزخ کی خوشبو تھی جس کا کوئی تجزیہ اور تاویل نہیں کی جاسکی۔ لوگ ٹوٹ پڑے اور قبر سے تبرکاً مٹی اٹھانی شروع کی۔ حفاظت کے لئے جنگلہ بنایا گیا۔ ۶ ماہ تک وہ خوشبو باقی رہی مگر پھر متعلقین نے تنگ آکر دُعا کی کہ اے اللہ یہ مخفی فرما دے تو یہ برکت تھی حضورؐ کی احادیث کی ہے

جمال ہمنشیں بر من اثر کرد ——— وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ہم تو خاک ہیں یہ حدیث یار کا اثر تھا۔ ایک صاحب نے اس وقت خواب دیکھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معہ خلفاء راشدین کسی کے استقبال و انتظار میں کھڑے ہیں۔ اس شخص نے

پوچھا منذالك ابي دامي - آپ کس کے انتظار میں ہیں - فرمایا محمد بن اسماعیل بخاری آرہے ہیں۔ دیکھئے غیرتی آدمی کے ساتھ اگر کوئی ذرا بھی بھلائی کرے۔ تو وہ عمر بھر اسے یاد رکھتا ہے۔ تو سب سے بڑا غیرتی بعد از خدا حضورؐ ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ وانا غیور خدا کے بعد میں سب سے بڑا غیرت والا ہوں تو اس کے کلام اور حدیث کی قدر و منزلت اور خدمت واشاعت کرنے والوں کو اپنی عنایات سے کیوں نہ نوازیں گے۔ مسلمان کی آنکھیں بند ہوتے ہی قبر میں حضور کا چہرہ انور سامنے آجائے گا۔ اور پوچھا جائے گا ماتقول فی حق هذا الرجل - اس شخص کے بارہ میں تمہارا کیا خیال ہے ؟ تو وہاں علماء نے یہ نکتہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت اس امتی پر شدید صدمہ اور سختی ہے۔ تو حضورؐ کا اسے نازک وقت میں دیدار ہو جاتا ہے۔ کہ مخلصین اور صادقین کا غم اور وحشت قدرے کم ہو جائے۔ اس نعمت کو دیکھ کر عاشق صادق تو کہے گا۔ کہ کاش دس سال پہلے مرگیا ہوتا کہ دیدار ہو جاتا۔ یہ ہے اس رحمۃ للعالمین کی شفقت ، تو امام بخاریؒ جنگل میں انتقال کر گئے۔ اور سارا شہر امڈ پڑا۔ ادھر حاکم بخارا کا یہ انجام ہوا کہ اس کے بعد دوسرا حاکم آیا۔ اسے گدھے پر بٹھا کر سارے شہر میں پھرایا گیا۔ اور اسکی گردن اڑائی اور جاسوسی کرنے والوں کی بیویوں بیٹیوں کی عصمت لٹ گئی۔ حاکم تو بدلتے رہتے ہیں۔ حق باقی رہتا ہے۔ اور ظلم و استبداد خاک میں مل جاتا ہے۔ یہ ہے من عادی لی ولیاً فقد آذنته بالحرب کا نتیجہ۔ یہاں میں نے مجمع عوام کی خاطر یہ باتیں کیں۔ میں خود بھی عوام میں سے ہوں۔ علماء کی باتوں کا وقت نہیں۔ آخر میں حدیث کے صرف لفظی ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ۔ قیامت کے دن ہم انصاف کا ترازو رکھیں گے۔ انسان نے دنیا کے اندر جتنے بھی کام کئے وہ رائیگاں نہیں جائیں گے۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ۔ جس نے ذرہ برابر نیکی کی اسے بھی دیکھے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی اسے بھی ۔۔۔۔ موازین جمع ہے میزان کی۔ اس کا معنی ہے ترازو۔ بعض علماء کہتے ہیں۔ کہ ترازو رکھنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر شخص کے حق میں منصفانہ اور عادلانہ فیصلہ فرمائیں گے۔ عام محدثینؒ فرماتے ہیں۔ کہ یہ بات صحیح ہے۔ مگر واقعۃً محسوس ترازو بھی ہوں گے، جس سے اعمال تولے جائیں گے۔ پہلی توجیہہ کے قائل زیادہ تر معتزلہ اور خوارج ہیں۔ کہ وہاں میزان نہیں بلکہ عادلانہ فیصلہ کی تعبیر ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ دوسری توجیہ اہل سنت والجماعت کی ہے۔ اب میزان کا لفظ جمع کیوں لایا گیا ؟ اس کی بہتر توجیہ یہ ہے۔ کہ جمع للتفخیم ہے۔ جیسے کذبت قوم نوح المرسلین میں مرسلین کا جمع للتفخیم ہیں مقداً ایک تو دنیا کے ترازو ہیں چھوٹے اور بڑے۔ مگر خدا کے ترازو میں دنیا ومافیہا سب کچھ سما سکے گا۔

اس لئے جمع کا لفظ ذکر فرمایا وان اعمال بنی آدم واقوالھم یوزن ۔
بنی آدم کے تمام کام اور باتیں سونا جاگنا اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا تمام اعمال تولے جائیں گے ۔ اس میں علماء کو اختلاف ہے کہ یہ اعمال تمام انسانوں کے تلیں گے یا بعض کے ۔ تو بعض علماء کی رائے ہے کہ انبیاء اور مسلمانوں کے نابالغ بچوں کے اعمال نہیں تلیں گے ۔ اور حدیث شریف میں جن ستر ہزار افراد کے بلاحساب جنت میں داخلے کا ذکر ہے ۔ ان کے اعمال بھی نہیں تولے جائیں گے ۔ بخاری شریف میں ہے یدخل الجنة من امتی سبعون الفاً بغیر حساب ــــ اور تولنے کا مقصد کسی چیز کی کمی اور بیشی معلوم کرنے کا ہوتا ہے ۔ صندوں کو دو پلڑوں میں ڈال کر معلوم کرتے ہیں کہ کون سا بھاری ہے ، اور کونسا ہلکا تو عمل نیکی بھی ہے ، اور برائی بھی ۔ ایک ڈھیر برائی کا ہو ۔ دوسرا نیکی کا تو موازنہ ضروری ہے ۔ مگر جب انبیاء اور بالغ بچوں کے سیئات ہیں ہی نہیں تو تولنے کا کیا فائدہ اسی طرح بعض علماء کی رائے کفار کے بارہ میں بھی ہے ۔ کہ ان کے اعمال سب کے سب سیئات ہیں تو وہ بھی نہیں تلیں گے کیونکہ ان کے حسنات ہیں ہی نہیں تو موازنہ کس کے ساتھ ہوگا ــــ تو وزن ہوگا صرف مسلمانوں کے اعمال کا کہ اس میں نیکیاں بھی ہیں ۔ اور برائیاں بھی ۔ امام بخاریؒ نے وان اعمال بنی آدم ۔ کہہ کر اسے عام کر دیا ۔ کہ تمام انسانوں کے اعمال تولے جائیں گے ۔ اور تولنے کا ایک مقصد صندین معلوم کرنے کا ہوتا ہے ۔ اور ایک کسی کا شان ظاہر کرانا ۔ انبیاء علیہم السلام کے اعمال کا وزن ان کی عظمت اور شان ظاہر کرانے کے لئے ہوگا ۔ جیسا کہ حضورؐ کی شفاعت کبریٰ کا معاملہ ہے ۔ قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہوگا ۔ لوگ ایک ایک نبی کے پاس جا کر شفاعت کی درخواست کریں گے ۔ کہ حساب شروع ہو سکے مگر سب انبیاء حضرات ان کو حضورؐ کے پاس جانے کا مشورہ دیں گے ۔ تو وہاں خدا تعالیٰ کو بھی آپ کی شان اعلیٰ وارفع ظاہر کرانا مقصود ہے ۔ ورنہ پہلے ہی سے تمام لوگ آپ کے پاس آجاتے مگر مقصد یہ تھا ۔ کہ تمام عالم کو معلوم ہو جائے تو مقام محمود اور شفاعت کبریٰ کے اہل آپؐ ہی ہیں ۔ اعمال اور اقوال کے تولنے میں کئی توجیہات منقول ہیں ۔ مگر آج تو سائنس کا زمانہ ہے ۔ حرارت ، سردی ، آواز اور ہوا تک تلی جاتی ہے ۔ الفاظ بھی وزن کرائے جاتے ہیں ۔ تو بعض لوگ کہتے ہیں ۔ کہ جن کے حسنات غالب ہوں گے ان سے نور کی شعاع نکلے گی اور سیئات سے ظلمت نکلے گی جس سے دونوں کا حال معلوم ہوگا ۔ بعض کہتے ہیں کہ جو چیز زیادہ ہو وہ پلڑا بھاری ہو کر نیچے جھکے گا ۔ جیسا کہ دنیا میں ہوتا ہے ۔ اور ایک رائے یہ ہے کہ حسنات بھاری ہوں گے تو ان کا پلڑا اوپر کو جائے گا ، دنیا کے برعکس معاملہ ہوگا ۔ اس لئے کہ حسنات کا تعلق اوپر سے ہے ۔

اور سئیات سفلی ہیں۔ الیہ یصعد الکلم الطیب۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حسنات بہترین شکلوں سے متشکل ہوکر سامنے آئیں گے۔ اور سئیات مہیب اور خوفناک شکلوں میں۔ مثلاً نماز ایک بہترین اور خوبصورت حور کی شکل میں سامنے آئے گی۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے پاس ایک شخص آیا۔ اور کہا کہ میں نے خواب میں ایک عجیب وغریب خوبصورت عورت کو دیکھا۔ اس نے کہا تمہاری میں حور ہوں۔ مگر وہ آنکھوں سے اندھی تھی۔ حضرت نے فوراً فرمایا کہ بھئی تم نماز پڑھنے میں اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہو۔ اور یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے۔ کیونکہ کمال تو یہ ہے کہ دنیا کے بازار گرم رہے مگر عاشق کا خیال محبوب ہی کیطرف ہو۔ تمہیں کسی کا دھیان ہے تو اس بھرے بازار میں بھی چلتے ہوئے تمہاری توجہ ادھر ادھر کی چیزوں کی طرف نہ ہوگی۔ تو خدا چاہتا ہے کہ میرے بندہ کی آنکھیں کھلی رہیں مگر دل میری طرف ہو۔ اس حال میں بھی خشوع وخضوع کو قائم رکھے ۔

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ نماز قیامت میں خوبصورت حور کی شکل میں نمازی کے سامنے آئے گی۔ تم نے خواب میں دیکھا کہ مجھے حور ملی ہے۔ مگر اندھی ہے۔ اس حدیث سے میں نے معلوم کیا کہ تم نماز آنکھیں بند کر کے پڑھتے ہو۔

وزن اعمال کی صورتوں میں تیسرا قول یہ بھی ہے۔ کہ اعمال کے تمام رجسٹروں کو تولا جائے گا۔ تینوں باتوں میں بظاہر تعارض ہے۔ مگر درحقیقت کوئی تعارض نہیں۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے اطمینان کی خاطر سب کی سب صورتیں ظاہر فرما دیں گے۔ اعمال اچھے اور برے اپنی اپنی شکلوں میں سامنے آجائیں گے۔ اور بندہ کہے گا۔ کہ اے اللہ یہ سانپ بچھو تو میرے اعمال نہیں۔ میں نے تو انہیں دیکھا بھی نہیں۔ تو ارشاد ہوگا کہ اچھا تمہاری تسلی کراتے ہیں۔ سی آئی۔ ڈی یعنی اعمالناموں کے مرتب کرنے والے ملائکہ کو حکم دے دیا جائے گا کہ کتابیں لے آؤ۔ اب پھر اگر یہ استغاثہ کرے اور اپیل دائر کردے اور کہہ دے کہ میں بے ادبی تو نہیں کرتا مگر یہ تو آپ ہی کے فرشتے ہیں۔ آپ کی سی۔ آئی۔ ڈی ہے۔ شاید نیکی لکھی نہ ہو یا کم کردی ہو۔ اور زبان سے نہ بھی کہے مگر شاید دل میں یہ خیال آجائے کہ مجھے اطمینان نہیں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اچھا اس کے جتنے اعمال ہیں وہ سب کے سب خود حاضر ہو جائیں تو تمام حسنات وسئیات اس کے سامنے آجائیں گے۔ ووجدوا ما عملوا حاضرا۔ اور جو انہوں نے کیا اسے حاضر پالیں گے ـــــ بلکہ اس کے جسم کا ہر عضو ریکارڈنگ مشین کیطرح بول کر شہادت

دے گا۔ اس کی زبان گنگ ہو جائے گی اور ہاتھ پاؤں شہادت دیں گے۔ فتشہد بھا جباھھم و جلودھم۔ ان کی پیشانیاں اور ان کے چمڑے ان پر شہادت دینے لگیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ان اعمال کا تولنے والا کون ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ وازن یعنی تولنے والے خود رب العزت ہوں گے۔ دوسرے قول میں عزرائیل علیہ السلام کا ذکر ہے۔ تیسرے میں جبرئیل علیہ السلام کا بھی ذکر ہے۔ اور ایک روایت میں ہے حضرت آدم علیہ السلام کا نام بھی آتا ہے۔ چاروں روایات صحیح ہیں۔ اللہ تعالیٰ حکم دیں گے۔ تو ان کو نسبت دی گئی ان کی طرف سے عزرائیل کو حکم ہوگا تو وہ بستہ اور نامۂ اعمال بغل میں دبائے آجائیں گے۔ کہ وہ اسکی روح قبض کرنے والے ہیں۔ اور آجکل بھی سب سے پہلی پیشی میں مجرم کے پکڑنے والے پولیس کے آدمی پیش ہوتے ہیں۔ پھر قانون لانے والے جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ گویا وہ وکیل استغاثہ ہیں کہ میں نے قانون پہنچایا تھا۔ اس نے جان بوجھ کر حکم عدولی کی ہے۔ اور قانون کو نہیں مانا۔ پھر اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان کے جدّ بزرگوار حضرت آدم علیہ السلام کو فرمائیں گے۔ کہ اے آدم یہ تیری اولاد ہیں اب تو خود اس کے بارہ میں فیصلہ کر دے۔ اولاد کے مقدمہ میں پیشی کے وقت باپ دادا بھی پیش ہوتا ہے۔ تو یہ ساری صورتیں ہوسکتی ہیں۔ وقت تنگ ہے۔ اب مختصراً حدیث کے ترجمہ پہ اکتفا کرتا ہوں۔ کلمتان حبیبتان الی الرحمان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ تینوں جملے خبر مقدم اور سبحان اللہ وبحمدہ۔ الخ مبتداء مؤخر ہے۔

سبحان اللہ خداوند تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ جو عیوب عالم اور تمام مخلوقات میں ہیں۔ اللہ اس سے منزّہ ہے۔ وہ لم یلد ولم یولد ہے۔ اس میں عجز نہیں کہ وہ کسی مکان میں مقیم ہیں۔ نہ محتاط ہیں۔ باری تعالیٰ کی اتنی کامل و مکمل تنزیہہ صرف اسلام میں ہے۔ عیسائیوں کی کتابوں میں اب بھی ہے کہ نوح علیہ السلام نے بد دعا کی۔ طوفان آیا۔ ساری مخلوق ہلاک ہوئی۔ پھر خدا نعوذ باللہ پچھتائے اور بیمار پڑ گئے۔ تو فرشتوں نے آکر خدا کی بیمار پرسی کی اور بائیبل میں یہاں تک گستاخی کے الفاظ ہیں۔ کہ یعقوب علیہ السلام نے خدا سے کشتی لڑی اور اس نے نعوذ باللہ خدا کو پچھاڑ دیا۔ اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ اور جو جی چاہے کر سکتے ہیں۔ گویا خدا کا کوئی اختیار ہی نہیں۔ تو سبحان اللہ کے جملے سے اس قسم کی تمام باتوں کی تنزیہہ و تقدیس ہوئی بحمدہ سے اوصاف کمالیہ کا ثبوت ہے چاہے تخلیق ہو۔ احیاء و اماتت ترزیق ہے علم ہے، قدرت ہے۔ حکمت و رحمت جو کچھ بھی ہے اسی کے پاس ہیں۔ یہ تمام اوصاف ثبوتیہ اُس کے ذاتی ہیں۔ باقی سب مخلوق کے مستعار اور عرضی ہیں۔ خدا کی مخلوق

میں درجۂ ذات میں کوئی کمال نہیں۔ یہ دیوار پہ روشنی آفتاب کی ہے۔ اور سورج میں روشنی اللہ کیطرف سے ہے۔ قربان جائیے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی علیہ الرحمۃ بانیٔ دارالعلوم دیوبند کے بڑے عالم بڑے متقی اور عارف گذرے ہیں۔ تواضعاً فرماتے تھے کہ واللہ العظیم محمد قاسم اور دیوار میں کوئی فرق نہیں، تو درحقیقت یہ سچ ہے۔ کہ خدا کے جو کچھ کمالات ہیں کے پرتو اور روشنی سے ایک خاکی جسد میں یہ کمالات اور فضائل پیدا ہوئے۔ ورنہ تمام مخلوق دیوار کیطرح ہر وصف کمال سے مبرّا تھی۔ یہ سب کچھ کمالات خدا کے دئے ہوئے ہیں۔ الحمدللہ کا معنی یہ ہے کہ تمام خوبیاں ستائش اور تعریف صرف اللہ کی ہے۔ وہی مستحق ہے۔ ہر عیب سے پاک ہے۔ اس نے ہمیں پیدا کیا۔ اور روح وہی۔ یہ کوئی دوسرا نہیں کرسکتا۔ دو چیزوں کو ملانا آسان ہے۔ پانی اور آگ کو ملا دیں تو بھاپ اور طاقت پیدا ہو جائے گی۔ مگر آپ پانی پیدا نہیں کرسکتے۔ اسی طرح آگ زمین اور آسمان اور کسی حیوان میں روح پیدا نہیں کرسکتے۔ اس وجہ سے قیامت کے دن تصویر کشی کرنے والوں کو کہا جائے گا۔ جو کے دو دانے آپس میں ملاؤ۔ یہ عاجز ہوگا۔ تو کہا جائے گا۔ کہ تیری اتنی طاقت نہیں تو تصویریں کیوں بناتے تھے۔ تو آجکل سائنس کا دور ہے۔ مگر ایجاد و تخلیق کسی نے نہیں کیں۔ ایجاد تو صرف اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ اس نے ہر چیز کی خاصیتیں اس میں پیدا کی ہیں۔ زمین میں پیٹرول سونا چاندی اس نے پیدا کیا تھا۔ ہم نے کنواں کھود کر اُسے ظاہر کر دیا۔ تو سائنس صرف اشیاء کے مخفیہ حقائق اور خواص ظاہر کر دیتی ہے۔ مگر اشیاء کی تخلیق کی ہے۔ خدا نے سائنس نے نہیں کی۔ ورنہ کسی مادہ سے سائنس ایک چیونٹی اور مکھی تو پیدا کر دے جو کھائے پیئے اور اس میں روح کے تمام خواص ہوں۔

خدا تعالیٰ نے انسان بنایا آسمان اور زمین بنائی اور قرآن کریم نازل فرمایا خدا نے پیغمبر کو بھیجا۔ یہ سب کام انسان کے قبضۂ قدرت سے باہر ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ عظیم ہے۔ عظمتوں والا ہے۔۔۔۔

امام بخاریؒ نے آخر میں ایک حدیث ذکر کی جو تمام حسنات کو جامع ہے۔ اس لئے قیامت کے دن میزان کا وزن بھی اس سے بڑھ جائے گا۔ امامؒ نے آخر کتاب میں یہ حدیث ذکر کر کے اس شکل میں خدا کی نعمت کتاب کی تکمیل کی توفیق کی حمد بھی ادا کی۔۔۔۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اگلے پرچہ میں

جلسہ دستاربندی میں حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی کی بلند پایہ تقریر ملاحظہ فرمائیے